نواب صادق کے دو بیٹے (نواب عنایت خان راسخ اور نواب شاکر خان) تھے - دونوں مغلیہ دربار میں اہم عہدوں پر فائز رہے - مؤخرالذکر نواب شاکر خان شاہ عالم کے دیوان تھے - اپنی اس حیثیت میں انہوں نے اپنی یادوں کو تذکرہ دیوان شاکر خان میں محفوظ کر دیا ہے ، جس کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے -

ڈاکٹر مظہر معین*

پاکستانی نظام تعلیم میں عربی کا ارتقاء

قیام پاکستان کے بعد گزشتہ چالیس برس میں نظام تعلیم کئی حصوں میں منقسم رہا ہے - دسمبر ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کے قیام کے بعد پاکستانی نظام تعلیم میں سے بنگلہ زبان اور بنگلہ ذریعہ تعلیم کا عنصر یکسر خارج ہوگیا اور سابقہ مغربی پاکستان یا موجودہ پاکستان میں نظام تعلیم گزشتہ چالیس برس میں مدارس عربیہ اسلامیہ کے قدیم نظام تعلیم اور جدید مغربی نظام تعلیم میں منقسم رہا ہے - جدید نظام تعلیم آگے پھر ذریعہ تعلیم اور لسانی ترجیحات کے لحاظ سے اردو ، انگریزی اور مقامی زبان کے حوالے سے مختلف النوع تعلیموں کا مجموعہ ہے - عربی زبان کی صورتحال قدیم اور جدید نظام تعلیم کے اداروں میں مختلف چلی آتی ہے -

اللغة العربية فی النظام التعليمی القديم

مدارس عربیۃ اسلامیۃ کا جو وسیع سلسلہ پاکستان کے طول وعرض میں پھیلا ہوا ہے اس میں درسی نصابات کے جزوی اختلافات سے قطع نظر بنیادی طور پر وہی نظام تعلیم رائج ہے جو ''درس نظامی'' کے نام سے معروف ہے - اس نظام کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا مسعود عالم ندوی اپنے مخصوص اسلوب میں لکھتے ہیں :

''منهاج التعليم الرائج فی معاهد الهند الدينية كان يدعى الدرس النظامی نسبة الى أحد علماء الهند ملا نظام الدين (ت ۱۱۶۱ھ) و كان هذا النظام يشتمل على كتب المنطق و الفلسفة اليونانيتين و شروحها و تعليقاتها و جملة من كتب النحو و البلاغة على الوجهة النظرية و شئی من التفسير و الحديث لكن أهل ديوبند كذلک أهل الحديث بعد ما ألقی اليهم ذمام التدريس فی المعاهد زادوا فی القسم الدينی المشتمل على التفسير و الحديث والفقه و قللوا من علوم اليونان الا أنهم لم يعتنوا بتدريس اللغة العربية أصلاً و ان اهتموا بتدريس بعض كتب فی الادب العربی[1]-

---

* استاذ مساعد (اسسٹنٹ پروفیسر) شعبہ عربی جامعہ پنجاب ، لاہور -

۱- مسعود الندوی : تاریخ الدعوة الاسلامیة فی الهند ، ص ۱۹۳ (حاشیة ۱)

ترجمہ : ''ہند کے دینی اداروں میں رائج نظام تعلیم کو ہند کے ایک عالم ملا نظام الدین (م ۱۱۶۱ھ) کی نسبت سے ''درس نظامی'' کہا جاتا تھا ۔ یہ نظام یونانی منطق و فلسفہ ، ان کی شروح و حواشی اور لفظی لحاظ سے نحو و بلاغت کی جملہ کتب نیز تفسیر و حدیث کے کچھ حصوں پر مشتمل تھا ۔ تاہم اہل دیوبند اور اسی طرح اہل حدیث کے ہاتھوں میں جب دینی اداروں کی زمام تدریس آئی تو انھوں نے تفسیر و حدیث و فقہ پر مشتمل دینی علوم کا حصہ زیادہ کر دیا اور علوم یونان کی مقدار کم کر دی مگر انھوں نے عربی کی بحیثیت زبان تدریس پر کوئی توجہ نہ دی ۔ اگرچہ عربی ادب کی بعض کتابوں کی تدریس کا اہتمام کر دیا'' ۔

چنانچہ حنفی و اہلحدیث مسلک کے ان تمام اداروں میں قواعد عربیہ ، صرف و نحو ، قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے ، اس کے ساتھ ساتھ عربی شعر و ادب بھی کسی حد تک شامل نصاب ہے ۔ اگرچہ بطور مجموعی عربی تحریر و تقریر کی جانب توجہ کم ہے لیکن ذریعہ تعلیم کو عربی اردو مخلوط قرار دیا جا سکتا ہے ۔ صدیوں تک پاکستان سمیت پورے برصغیر کے مدارس میں عربی فارسی مخلوط ذریعہ تعلیم و نصاب رائج رہا ہے۔ تاہم قیام پاکستان سے پہلے بالعموم اور بعد ازاں بالخصوص اردو زبان نے ان مدارس میں کم و بیش وہی حیثیت اختیار کر لی ہے جو پہلے فارسی کو حاصل تھی اور اب عربی کتب کی تدریس کے وقت اردو زبان کو ذریعہ تعلیم و تفہیم کی حیثیت عربی کے ہمراہ عملاً حاصل ہے ۔ یہ عربی اسلامی مدارس قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں عربی زبان و علوم کی تعلیم کا واحد منظم و مؤثر ذریعہ رہے ہیں اور تمام تر تنقیدی جائزوں کے باوجود یہ تسلیم کرنا ناگزیر ہے کہ اگر یہ مدارس اور ان کا نظام تعلیم نہ ہوتا تو سلطنت مغلیہ کے زوال اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد نیز برطانوی ماہرین بشمول لارڈ میکالے کے ہاتھوں نظام تعلیم کی یکسر تبدیلی کے نتیجے میں عربی زبان و ادب اور عربی اسلامی علوم پورے برصغیر میں دم توڑ دیتے اور مسلمانوں کا دینی تشخص حتیٰ کہ قرآن مجید کی ناظرہ تلاوت، نماز ، نکاح، جنازہ اور دیگر شعائر دینیة کی ادائیگی محدود تر یا یکسر معطل ہو کر رہ جاتی ۔

قیام پاکستان کے وقت عربی اسلامی مدارس کی غالب تعداد ان علاقوں میں رہ گئی جو بھارت کے حصے میں آئے ۔ دارالعلوم دیوبند، ندوۃالعلماء لکھنو، مدرسۃ عالیة کلکتہ، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر ، مدرسۃ مظاہر العلوم سہارنپور، خانقاہ اشرفیة تھانہ بھون اور دیگر اہم اور عظیم الشان اداروں میں سے کوئی بھی قابل ذکر منبع علوم ایسا

نہ تھا جو پاکستان کے حصے میں آیا ہو اس طرح قدرت کی جانب سے بھارت کی مسلم اقلیت کے دینی علوم کی حفاظت و ترویج کا انتظام تو ہو گیا ، والحمد للہ علی ذالک ۔ مگر پاکستان میں علوم دینیہ کے حوالے سے بڑی مشکلات پیدا ہو گئیں ۔ ان حالات میں مذکورہ و غیر مذکورہ دینی اداروں کے فارغ التحصیل علماء نے پاکستان کے موجودہ جغرافیائی خطہ میں ہزاروں مدارس عربیہ اسلامیہ کا سلسلہ بتدریج منظم کیا جو کہ محدود انفرادی و غیر سرکاری وسائل کے حوالے سے انتہائی مشکل اور صبر آزما کام تھا ۔ تاہم علماء و طلاب علوم عربیہ اسلامیہ کی عظیم الشان اور انتھک مساعی کے نتیجے میں تقسیم برصغیر کے بعد مملکت پاکستان میں باقی ماندہ درسگاہوں کی بقاء و حفاظت اور نئے اداروں کے قیام کا سلسلہ وسیع تر ہوتا چلا گیا اور مختلف مدن و قری میں ایسے مدارس دینیہ قائم ہوتے چلے گئے جن میں نہ صرف پاکستان بلکہ افغانستان اور دیگر بلاد اسلامیة و اقلیات مسلمة سے تعلق رکھنے والے طلبہ بھی کافی تعداد میں حصول تعلیم کے لیے مسلسل آتے رہے اور ان کی تعداد اب بھی روز افزوں ہے ۔ ان دینی مدارس میں سے چند ایک کے نام تحدیث نعمت اور مثال کے طور پر درج ذیل ہیں ۔

۱۔ الجامعة الأشرفية ، لاہور
۲۔ الجامعة النعيمية ، لاہور
۳۔ دارالعلوم تقوية الاسلام ، لاہور
۴۔ الجامعة المدنية ، لاہور
۵۔ دارالعلوم حزب الاحناف ، لاہور
۶۔ الجامعة النظامية الرضوية ، لاہور
۷۔ جامعة المنتظر ، لاہور
۸۔ مدرسة خير المدارس ، ملتان
۹۔ الجامعة الرشيدية ، ساہیوال
۱۰۔ الجامعة السلفية ، فیصل آباد
۱۱۔ جامعة تعليمات اسلامية ، فیصل آباد
۱۲۔ دارالعلوم تعليم القران ، راولپنڈی
۱۳۔ دارالعلوم حقانية ، اکوڑہ خٹک ، پشاور
۱۴۔ دارالعلوم نعمانية صالحية ، ڈیرہ اسماعیل خان
۱۵۔ دارالعلوم تعليم القرآن ، پلندری ، آزاد کشمیر
۱۶۔ مدرسة عربية مطلع العلوم ، کوئٹہ
۱۷۔ مدرسة عربية مفتاح العلوم ، سبی

۱۸- دارالعلوم أمجدية ، کراچی
۱۹- جامعة أبی بکر الاسلامية ، کراچی
۲۰- صبغة الفيض ، گوٹھ سومر فقير ، سانگھڑ
۲۱- دارالفيوض الهاشمية سجاول ، ٹھٹھہ -[1]

ان مدارس سمیت پاکستان کے تمام مدارس عربیہ بالعموم مساجد سے متصل یا منسلک ہیں جیسا کہ قدیم زمانہ سے مسلم ممالک اور برصغیر کی روایت چلی آتی ہے -

''قدیم زمانہ میں تعلیم کے لیے عموماً علیحدہ عمارتیں نہیں ہوتی تھیں ، زیادہ تر یہ کام مساجد سے لیا جاتا تھا - اس زمانہ کی تمام مسجدیں مدارس کا کام دیتی تھیں اس لیے ہر قدیم وسیع مسجد ایک بڑی درسگاہ تھی - یہی سبب ہے کہ ہندوستان کے قدیم اسلامی شہروں میں قدم قدم پر تم کو وسیع و شاندار مسجدیں ملیں گی - دلی ، آگرہ ، لاہور ، جونپور ، احمد آباد ، گجرات وغیرہ قدیم اسلامی دارالسلطنتوں میں جو عظیم الشان مسجدیں تعمیر ہوئی تھیں اور جو اب تک باقی ہیں ان کی ہیئت کذائی صاف بتاتی ہے کہ ان کا بڑا حصہ تعلیم گاہوں کے کام میں آتا تھا - ان مسجدوں میں اب تک تم کو صحن کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے حجروں کا وسیع سلسلہ نظر آئے گا ، یہ درحقیقت طلبہ اور مدرسین کے رہنے کے مقامات تھے اور ان میں سے بعض اب تک اسی کام میں ہیں -''[2]

قدیم خانقاہیں بھی درس و تدریس کے مراکز تھیں -

''قدیم خانقاہیں بھی عموماً تعلیم گاہوں کے مصرف میں آتی تھیں ، متصوفین اور گوشہ نشین مشائخ زمانہ اس وقت صرف مجاہدہ نفس و وظائف ہی کو عبادت نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ شریعت و طریقت اور ظاہر و باطن دونوں کی تعلیم و تدریس کو اپنا حقیقی نصب العین خیال کرتے تھے - اسی وجہ سے قدیم مشائخ و بزرگان دین کے حالات میں درس و تدریس کا شغل عموماً نظر آتا ہے''-[3]

حتیٰ کہ اولیاء کرام و سلاطین کے مقابر بھی مراکز علوم تھے -

۱- راجع للأستاذ محمود عبدالله : اللغة العربية فی پاکستان ، ص ۱۶۸ - ۱۷۶ ، بعد
۲- ابوالحسنات ندوی : ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں ، ص ۱۱
۳- أيضاً

''سلاطین اور بزرگان کرام کی قبروں پر جو مقبرے اور روضے تعمیر ہوتے تھے ان کے ساتھ ارد گرد بہت سے حجرے اور کمرے اسی غرض سے تعمیر ہوتے تھے کہ وہ مدرسوں کے کام میں آئیں ۔'' ۱

ان تفصیلات سے امت مسلمہ کی تعلیم و تعلم سے بنیادی دلچسپی کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔ وقال اللہ سبحانہ و تعالیٰ :

''انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء''۲

ترجمہ : اللہ سے اس کے بندوں میں سے علم رکھنے والے ہی ڈرتے ہیں ۔

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

''من سلک طریقاً یلتمس فیہ علماً سھل اللہ لہ بہ طریقاً الی الجنۃ۔ رواہ مسلم''۳

ترجمہ : جو شخص علم کی طلب میں کسی راستے پر چلا اللہ اس کی وجہ سے اس کے لیے جنت کی جانب راہ آسان کر دے گا ۔

پاکستان کے طول و عرض میں موجود ان مدارس عربیہ اسلامیہ کی تعداد ہزاروں میں ہے جن میں وہ لا تعداد مساجد و مراکز شامل نہیں جہاں ناظرہ قرآن مجید ، نماز اور ابتدائی دینی امور کی محدود تعلیم دی جاتی ہے ۔ ان مدارس کے فارغ التحصیل افراد ''درس نظامی'' کے نام سے معروف سند یا کوئی مماثل سند حاصل کر کے امامت و خطابت ، دینی مدارس میں درس و تدریس ، قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم اور دیگر دینی فرائض و ذمہ داریوں کی ادائیگی پاکستان کے طول و عرض میں گزشتہ چالیس برس سے بطریق احسن کرتے چلے آرہے ہیں ۔ باوجودیکہ انہیں انتہائی قلیل مادی سہولتیں میسر ہیں ، ان مدارس کے نظام تعلیم میں عربی زبان و علوم کو جو مقام اساسی حاصل ہے وہی ان اداروں کا تشخص اور ان کی بقاء و توسیع کا باعث ہے ۔

ان مدارس دینیہ کے نظام تعلیم اور متخرجین کو سرکاری سطح پر کوئی خاص پذیرائی حاصل نہ تھی اور گزشتہ چالیس برس میں بطور مجموعی ان مدارس کے متخرجین سرکاری و معاشرتی سطح پر جدید تعلیم یافتہ اصحاب کے مقابلے میں کسی اہم مقام کے حامل نہ تھے۔ یہاں تک کہ پاکستان بلکہ برصغیر کی تاریخ میں برطانوی نظام تعلیم کے نفاذ کے بعد پہلی مرتبہ پاکستان کی مرکزی وزارت تعلم نے ان مدارس دینیہ کی مخصوص سند کو ۱۹۸۵ء میں بیک وقت ایم اے عربی / اسلامیات کے مساوی تدریسی و تحقیقی مقاصد کے لیے تسلیم کر لیا اور مختلف مکاتب فکر کی مجالس

۱۔ ابو الحسنات ندوی : ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں ، ص ۱۱

۲۔ القرآن (فاطر : ۲۸)

۳۔ الخطیب التبریزی : مشکاۃ المصابیح ۱/۶۴

تعلیمیة کی جاری کردہ اعلیٰ ترین اسناد کو ''شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية'' کا اسم مشترک دے دیا گیا ۔ اب اس سند کا حامل نہ صرف سرکاری تعلیمی اداروں یعنی مدارس وکلیات و جامعات (سکولز ، کالجز ، یونیورسٹیز) میں ملازمت کا اہل ہے بلکہ اس سند کی بناء پر عربی و اسلامیات میں پی ایچ ۔ ڈی نیز اسلامی تحقیقی اداروں میں ملازمت کا استحقاق بھی رکھتا ہے ۔ وزارت تعلیم کے اس انقلابی اقدام نے عربی اسلامی مدارس کے ہزاروں متخرجین کو پاکستان میں اہم علمی و معاشرتی مقام عطاء کرنے میں بنیادی اور فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے اور دینی مدارس کی عربی و اسلامی علوم کی جامعات ہونے کی حیثیت تسلیم شدہ قرار پائی ہے ۔ وہ مدارس جو قومی سطح پر کسی ایسے وفاق یا بورڈ سے وابستہ ہیں جسے ''شهادة العالمية'' جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے ان کی کم از کم تعداد ڈیڑھ ہزار سے متجاوز ہے اور ان کی اجمالی تقسیم یوں ہے ۔

الاسم	المسلك	عدد المدارس (اعدادی ، ثانوی ، عالی)
١۔ وفاق المدارس العربية	(اهل السنة و الجماعة ۔ حنفی دیوبندی)	٩٧٠
٢۔ تنظيم المدارس العربية	(اهل السنة و الجماعة ۔ حنفی بریلوی)	٣٠٠
٣۔ وفاق المدارس السلفية	(اهل السنة و الجماعة ۔ أهلحديث)	١٠٠
٤۔ وفاق المدارس الشيعة	(شيعة اثنا عشرية)	٤٠
	کل تعداد	١٥١٠

علاوہ ازیں حال ہی میں وزارت تعلیم کی جانب سے ''رابطة المدارس الاسلامية'' کی اعلیٰ تعلیمی سند کو بھی ''شهادة العالمية'' کے مساوی تسلیم کر لیا گیا ہے ۔ یہ وفاق ان مدارس عربیہ پر مشتمل ہے جو مولانا سید ابو الاعلی مودودی مرحوم کی اسلامی تحریک سے براہ راست متأثر ہیں ۔ بنیادی طور پر یہ بھی ''اہل السنة و الجماعة'' کے مدارس کے ضمن میں آتے ہیں ۔ ان مدارس اور اساتذہ و طلبہ کی غالب اکثریت بھی حنفی المذہب ہے ۔ تاہم بعض مقامات پر اہل حدیث مسلک کے اساتذہ و مدارس بھی اس میں شامل ہیں ۔

''رابطة المدارس الاسلامية'' کے علاوہ بعض مدارس نے انفرادی سطح پر بھی وزارة التعليم سے اپنی اعلیٰ دینی سند کو ''شهادة العالمية'' کا درجہ دلوا

١۔ راجع الدكتور محمود عبدالله المصری : اللغة العربية فی پاکستان ، ص ١٢٨

لیا ہے ۔ اس طرح ان اعلیٰ تعلیمی اداروں کی مجموعی تعداد کم و بیش دو ہزار تک جا پہنچی ہے اور ہر سال ہزاروں طالب علم ان کی مجالس یا بورڈوں کی جانب سے منعقدہ اعلیٰ ترین امتحان پاس کر کے ''شہادۃ العالمیۃ'' کے مستحق قرار پاتے ہیں ۔ حکومت پاکستان اور وزارت تعلیم کے اس اقدام سے عربی زبان کی درس و تدریس کا سلسلہ وسیع تر اور منظم و مربوط تر شکل اختیار کر گیا ہے۔ نیز علوم عربیۃ و اسلامیۃ کی سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں تدریس کے لیے ہر سال ایسے ہزاروں پر اعتماد افراد میسر آنے کی راہیں وا ہوگئی ہیں جو قرآن و حدیث و فقہ کے اصل عربی متون کو عربی زبان و قواعد کی مضبوط اساسی تعلیم کے ہمراہ پڑھ کر فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور اس سرمائے کو آگے منتقل کرنے کی کافی اہلیت و صلاحیت رکھتے ہیں ۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ''الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ ، اسلام آباد'' نے اپنے مختلف کلیات میں درس نظامی وغیرہ کے فارغ التحصیل طلبہ کی اسناد کو بی۔اے میں داخلہ کے لیے ایف۔اے کے مساوی تسلیم کر کے مدارس عربیہ کی اسناد کی اہمیت کے سلسلے میں ایک اور اہم قدم اٹھایا ہے ۔ دکتور محمود عبداللہ ''مرحلۃ اللیسانس'' میں داخلے کے حوالے سے لکھتے ہیں :

''یشترط لقبول الطالب ان یکون حاصلا علی الشهادة الثانویة او ما یعادلها من شهادات المدارس الدینیة الموجودة فی باکستان او غیرها من البلاد الاسلامیة الاخری ، بشرط ان یجید اللغة العربیة اجادة تامة قراءة و کتابة و حدیثا'' ۔[1]

ترجمہ : طالب علم کے داخلہ کی شرط یہ ہے کہ اس کے پاس ثانویہ (ایف ۔ اے) کی سند ہو یا اس کے مساوی پاکستان یا کسی دوسرے مسلم ملک کے مدارس دینیہ کی اسناد میں سے کوئی سند ہو ۔ اس شرط کے ساتھ کہ عربی زبان میں پڑھنے لکھنے اور بات چیت کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہو ۔

پاکستان کے مدارس عربیہ اسلامیہ کی اسناد کو مزید مؤثر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم ''اہل السنۃ و الجماعۃ'' کے تمام مکاتب فکر ایک کم از کم نصاب مشترک پر متفق ہو جائیں ۔ ''وفاق المدارس'' ، ''تنظیم المدارس'' ''وفاق المدارس السلفیۃ'' اور ''رابطۃ المدارس الاسلامیۃ'' وغیرہ کے علماء کبار پر مشتمل ایک ''مجلس اعلیٰ'' موجودہ نصاب کو کافی حد تک برقرار رکھتے ہوئے مختلف بنیادی اجزاء پر مبنی ایسا نصاب مشترک نافذ کر سکتی ہے جو کسی

١۔ الدکتور محمود عبداللہ : اللغة العربیة فی باکستان ، ص ١١٣

حد تک اب بھی عملاً متفرق انداز میں نافذ ہے، مثلاً :

۱۔ القرآن الکریم (کامل مع اصول التفسیر و تفسیر لغوی و نحوی و بالآثار)۔
۲۔ الحدیث النبوی (موطا الامام مالک ، مسند الامام احمد ، صحیح البخاری ، صحیح مسلم ، جامع الترمذی ، سنن ابی داؤد ، سنن النسائی ، سنن ابن ماجہ ، مشکوۃ المصابیح وغیرہ ۔ مع اصول الحدیث و حسب ضرورت شرح الحدیث)
۳۔ علم العقائد ، اصول الفقہ ، مذاہب اربعہ کا مجموعی مطالعہ، نیز کسی ایک فقہی مذہب میں تخصص (پاکستانی سنی طالب علم کے لیے ترجیحاً حنفی اور دیگر ممالک کے مختلف المذاہب اہل سنت طلبہ کے لیے حسب خواہش حنفی ، مالکی ، شافعی ، حنبلی میں سے کسی ایک میں)۔
۴۔ قرآن وحدیث و فقہ کی کتب کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی ضروری کتب۔
۵۔ عربی زبان و ادب : قواعد صرف و نحو ، بلاغت ، عربی تحریر و تکلم پرعمدہ قدرت وغیرہ نیز ''لغۃ التدریس'' اساساً صرف اللغۃ العربیۃ الفصحیٰ'' ہو جزوی طور پر انتہائی مجبوری کی حالت میں کسی دوسری زبان مثلاً اردو کا سہارا لیا جائے وہ بھی درجات ابتدائیہ میں ۔ درجات متوسطہ و عالیہ میں سو فیصد زبانِ عربی ہی ہونا چاہیے اور عربی ادب کا قدیم و جدید منتخب نصاب مختلف مدارج کے لیے منتخب کیا جائے۔

اس نہج کے مشترک نصاب پر مبنی پورا نظام تعلیم یوں منظم کیا جائے کہ ابتدائی ، ثانوی اور جامعی سطح پر کم از کم میٹرک ، ایف ۔ اے ، بی ۔ اے اور ایم ۔ اے کے متوازی امتحانات و اسناد کا سلسلہ منظم ہو اور ان کو وزارت تعلیم کی جانب سے وہی مقام و معادلۃ حاصل ہو جو سرکاری تعلیمی اداروں کی اسناد کے لیے مخصوص ہے اور ان اداروں کی اعلیٰ ترین سند ''شہادۃ العالمیۃ'' کو ہر لحاظ سے ایم ۔ اے عربی و اسلامیات کے مساوی قرار دیا جائے۔ اس پر ''تدریسی و تحقیقی مقاصد کے لیے'' کی قید نہ لگائی جائے نیز پاکستان اور عالم اسلام کی مختلف جامعات مثلاً جامعۃ الازہر بالقاہرۃ ، الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ ، الجامعۃ الاسلامیۃ اسلام آباد وغیرہ کی اعلیٰ اسناد کے ساتھ ان کا معادلہ کرایا جائے۔ نیز اس نصاب مشترک کے علاوہ اگر مختلف ادارے کچھ اضافی نصاب مخصوص حوالوں سے رکھنا چاہیں تو اس کی گنجائش رکھی جائے اور اس اضافی نصاب کے لیے مدرسہ کوئی اضافی یا جزوی سند جاری کرنا چاہے تو یہ اس کا اپنا معاملہ قرار دیا جائے مگر قومی اور عالمی سطح پر اسناد کی علمی اہمیت اور معادلہ کی خاطر متفقہ نصاب مشترک پر مبنی سند یکساں ہو اور بہتر ہوگا اگر امتحانات کے لیے بھی ایک مجلس مشترک تشکیل دی جا سکے یا الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ

اسلام آباد یا کسی متبادل جامعۃ کی جانب سے آخری امتحان منعقد کروایا جائے۔ ''اہل السنۃ و الجماعۃ'' کے تمام فقہی وفروعی مسالک (حنفی دیو بندی و بریلوی، اہل حدیث، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ) کے اس نصاب و نظام مشترک کو اگر دیگر عقائد مثلاً شیعہ اثنا عشریہ وغیرہم کے مدارس بھی اپنے مخصوص نصاب کے ہمراہ علمی حوالوں کی حد تک اپنا سکیں تو یہ مزید بہتر ہوگا۔ مثلاً قرآن مجید کامل مع شیعہ تفسیر و اصول تفسیر، موطا و مسند و صحاح ستۃ مع شیعہ کتب اربعۃ و اصول حدیث وغیرہ۔ نیز مذاہب اربعۃ کا مجموعی مطالعہ مع شیعہ اصول فقہ و فقہ جعفری کا تفصیلی مطالعہ اور عربی زبان و ادب پر مشتمل نصاب ہو۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انقلاب ایران کے بعد قم کی شیعہ درس گاہوں میں بھی اہل السنۃ کی کتب حدیث اور مذاہب اربعۃ کے مطالعہ کو علمی نکتہ نظر سے شامل نصاب کرنے کی جانب پیش قدمی کی گئی ہے۔

> "One thing of interest in the aftermath of the revolution is that after his return to Qum for the first time the systematic teaching of the four *Madhabs* of Sunni School in Islam has been introduced into the curriculum, both in order to further awareness among Shiah Muslims of the potentialities of the Sunni traditions and to draw if it appears appropriate and necessary, on those potentialities for solution of particular problems in Iran."[1]

ترجمہ: انقلاب کے بعد ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ امام خمینی کے قم لوٹنے کے بعد پہلی مرتبہ اسلام کے سنی مکتب فکر کے چار فقہی مذاہب کی باقاعدہ تدریس کو داخل نصاب کر لیا گیا ہے جس کے دو سبب ہیں ایک تو شیعہ مسلمانوں میں سنی روایات کی مخفی قوتوں سے واقفیت کو فروغ دینا اور دوسرے اگر مناسب اور ضروری محسوس ہو تو ایران میں مخصوص مسائل کے حل کے لیے ان مخفی قوتوں سے استفادہ و استنباط کرنا۔

اس سلسلے میں ضمناً یہ ذکر کرنا بھی غیر متعلق نہ ہوگا کہ فقہی افہام و تفہیم کی خاطر امام خمینی نے ہی ۲۸ شوال ۱۳۹۹ قمری ہجری کو ایرانی و دیگر ممالک کے اثنا عشری شیعہ حجاج کے لیے حج و نماز میں یکسانیت و وحدت کی خاطر درج ذیل فتوے جاری کئے جو اختلاف عقائد و اصول دین سے قطع نظر عملی اور فقہی لحاظ سے بہت سے اختلافات کو ختم یا محدود تر کرنے کا باعث ہیں:

[۱- اگر اہل سنت علماء کے نزدیک ذی الحج کی پہلی تاریخ ثابت ہوئی اور

---

1. Hamid Algar : Islamic Revolution in Iran, p. 29, London, Muslim Institute (Edited by Kaleem Siddiqui) 1980.

انہوں نے پہلی تاریخ کا فیصلہ کر دیا تو شیعہ حجاج کو ان کی پیروی کرنی چاہیے اور اس روز جب تمام مسلمان عرفات جاتے ہیں وہ بھی جائیں اور ان کا حج صحیح ہوگا۔

۲- نماز جماعت کے شروع ہونے کے وقت مسجد الحرام یا مسجد المدینہ سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے اور شیعوں پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ نماز جماعت ادا کریں۔

۳- اہل سنت کی جماعت میں شرکت کے لیے اگر کوئی شخص تقیہ کی خاطر ان کی طرح وضو کرے اور ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے اور پیشانی کو زمین پر ٹکائے تو اس کی نماز صحیح ہے اور پھر سے پڑھنا ضروری نہیں۔

۴- مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں مہر نماز رکھنا اور اس پر سجدہ کرنا حرام ہے اور نماز میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔

۵- اشہد ان علیاً ولی اللہ کا کہنا اذان و اقامت کا جزء نہیں اور ایسی جگہ پر جہاں تقیہ کے خلاف ہو اس کا کہنا حرام ہے اور نہیں کہنا چاہیے۔

(امام خمینی ۲۸/شوال ۱۳۹۹ قمری هجری)][1]

اسی سلسلے میں امام خمینی کا دوسرا فتویٰ بھی درج ذیل ہے:

[سفارت جمہوری اسلامی ایران در دہلی نو (ہندوستان) سؤالی را بشرح زیر مطرح و از دفتر حضرت امام استفتاء نمودہ است۔

سوال: ”در غیر موارد حج شیعیان می توانند بہ امام اہل تسنن اقتداء نمایند یا خیر؟

جواب: ”بسمہ تعالی، می توانند“۔][2]

سوال: حج کے موقع کے علاوہ شیعہ افراد اہل تسنن سے تعلق رکھنے والے امام کی اقتداء (امام کے پیچھے نماز پڑھنا) کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بسمہ تعالی، کر سکتے ہیں۔

مہر اور دستخط

(سید روح اللہ موسوی الخمینی)][2]

۱- مقالہ بی آزار شیرازی: اتحاد اسلامی، مطبوعہ در مجلہ ”فجر“ شمارہ ۱۸ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ، ص ۲۸ - ۲۹ اسلام آباد، رایزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران۔

۲- راجع مجلہ ”وحدت اسلامی“ راولپنڈی اسلام آباد، شمارہ ۱۱ جلد ۱، ماہ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ، ص ۱۸ (یکے از مطبوعات سفارت جمہوری اسلامی ایران در پاکستان)۔

فقہی افہام و تفہیم کے حوالے سے مذکورہ سابقہ تفصیلات اور مدارس عربیہ کے نظام تعلیم میں عربی زبان و علوم کی صورتحال کی تفصیلی بحث کے بعد یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بہت سے مدارس نے اب جدید نظام تعلیم کے نصاب کی بھی اپنے اندر اضافی گنجائش پیدا کر لی ہے اور میٹرک، ایف۔ اے، بی۔ اے وغیرہ کے امتحانات بھی عربی اسلامی تعلیم کے ہمراہ اپنے طلبہ کو دلواتے ہیں۔ نیز پاکستان میں اب ایسے تعلیمی ادارے بھی قائم کیے جا رہے ہیں جن میں عربی اسلامی علوم کو بنیاد بناتے ہوئے جدید نظام تعلیم سے ہم آہنگی پیدا کرنے کی حتی الامکان گنجائش پیدا کی گئی ہے اور نظام تعلیم کو قدیم و جدید کی بحث سے قطع نظر جامع بنانے کی کوششیں مؤثر انداز میں کی جا رہی ہیں۔ لاہور میں مختلف سطحوں پر اس کی تین اہم مثالیں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی قائم کردہ ''قرآن اکیڈمی'' محترم ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا وسیع اور عظیم الشان ''ادارہ منہاج القرآن'' اور ''معہد الامام المودودی العالمی للدراسات الاسلامیۃ'' بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اللغة العربية فى النظام التعليمى الجديد

مدارس عربیہ اسلامیہ کے نظام تعلیم میں عربی زبان و علوم کے مقام و نوعیت کا جائزہ لینے کے بعد جدید نظام تعلیم میں عربی کی صورتحال کا جائزہ لینا بھی انتہائی اہم ہے کیونکہ اسی عمومی نظام کے تحت پاکستانیوں کی غالب اکثریت تعلیم حاصل کرتی ہے۔ یہ جدید نظام دراصل اسی نظام تعلیم کا تسلسل ہے جو ۱۸۳۵ء میں لارڈ میکالے نے شبہ القارۃ پاک و ہند میں نافذ کروایا۔ اس نظام میں عربی زبان اور علوم نقلیہ یعنی قرآن و حدیث وغیرہ کا کوئی مقام نہ تھا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد یوسف تاریخ ادبیات کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> ''انگریزی نظام میں عربیہ اور منقول کا مرکزی نقطہ غائب ہے۔ اس کی بدولت مسلمانوں کی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ ممکن ہوا کہ ایک مسلمان مثقف اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی کہلائے اور عربیہ و منقول سے عاری ہو۔''[۱]

جب کہ اس فرنگی نظام تعلیم کے نفاذ سے پہلے عصر غزنوی سے سلطنت مغلیہ کے زوال تک (۹۹۸ - ۱۸۵۷ء) صدیوں پر محیط مسلم عہد میں عربی زبان

۱۔ جامعہ پنجاب: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند ۲/۱۹ مقدمہ

اور قرآن و حدیث و فقہ وغیرہ مسلم نظام تعلیم کی اساس تھے۔ بقول ڈاکٹر محمد یوسف:

"صدیوں کے اس طویل عرصہ میں کوئی وقت بھی ایسا نہ تھا جب ایک مسلمان کو جو عربیہ اور منقول سے بہرہ ور نہ ہو کسی لحاظ سے بھی عالم فاضل یا مثقف اور تعلیم یافتہ ہی کہا جا سکے۔"[1]

دکتور زبید احمد عربی زبان کی اسی علمی و دینی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"تمام جغرافی اور سیاسی دشواریوں کے باوجود ہند کے مسلمان عربی کو نظرانداز نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کی مقدس کتب اسی زبان میں ہیں اور یہی زبان اسلامی علوم کے بیش بہا خزانہ کی کنجی ہے۔"[2]

قیام پاکستان کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ عربی زبان و علوم کو قومی نظام تعلیم میں ابتدائی، ثانوی اور جامعی تعلیم میں لازمی اور اساسی مقام دیا جاتا۔ نیز لغۃ التدریس یا ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے بھی اردو وغیرہ کے ہمراہ ہر سطح پر اس کی نشر و اشاعت کی جاتی مگر عربی زبان، قرآن و حدیث نیز فقہ و تاریخ اسلامی کے عربی سرمایہ کو نظام تعلیم میں کوئی ٹھوس اور بنیادی مقام حاصل نہ ہوا بلکہ انگریز کے رائج کردہ تعلیمی ڈھانچہ پر بطور مجموعی اکتفا کر لیا گیا اور پورے نظام تعلیم کی عربی زبان و علوم کی اساس پر تشکیل نو تو کجا اردو، سندھی، بنگلہ اور انگریزی وغیرہ ذریعہ تعلیم کے سرکاری و غیرسرکاری تعلیمی اداروں میں عربی زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت بھی حاصل نہ ہو سکی بلکہ قومی و تعلیمی سطح پر اردو اور بنگلہ زبان و خط کے حوالہ سے دو مختلف و متضاد لسانی، ثقافتی اور جغرافیائی دھاروں کی کشمکش نے بھی عربی زبان و علوم کی دینی، تعلیمی اور قومی حیثیت کے بارے میں غور و فکر کا غالباً زیادہ موقع ہی نہ دیا۔ اس سلسلے میں عربی زبان و خط اور علوم نقلیہ کے دفاع و اشاعت کے لیے جو آوازیں اٹھتی بھی رہیں وہ نقار خانے میں طوطی کی آواز اور صدا بہ صحرا ثابت ہوئیں۔ تاہم دسمبر ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور بنگلہ دیش کے قیام کے بعد پاکستان میں اردو بنگلہ کشمکش اور ان دو زبانوں کے حوالے سے عربی و دیوناگری رسم الخط کی باہم کشمکش کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ نیز پاکستان جغرافیائی و ثقافتی لحاظ سے شرق اوسط سے زیادہ مربوط و منسلک ہوگیا اور عربی زبان و خط کی قومی،

۱۔ جامعہ پنجاب: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند ۲/۱۶ (مقدمہ)

۲۔ دکتور زبید احمد: عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۱ (مقدمہ)

جغرافیائی اور ثقافتی اہمیت کئی گنا زیادہ ہو گئی ۔ چنانچہ بعد ازاں پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں عربی زبان ، قرآن مجید اور علوم اسلامیہ کی تعلیم کا جو ذکر کیا گیا اس سلسلے میں مشہور عرب مصنف و مفکر دکتور احسان حقی دستور پاکستان کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

''علی الدولة ان تبذل کل جهودها فی سبیل مسلمی پاکستان——————
(أ) بأن تجعل القرآن الکریم والعلوم الاسلامیة اجباریة و أن تشجع علی تعلم اللغة العربیة و تسهلها ، و أن تساعد علی طبع الکتب القیمة و علی نشر القرآن الکریم۔''۱

ترجمہ: ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانان پاکستان کے سلسلے میں اپنی تمام تر مساعی اس بات میں صرف کرے کہ (أ) قرآن کریم اور علوم اسلامیہ کو لازمی مضمون قرار دیا جائے اور یہ کہ عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی اور اس کے لیے سہولتیں فراہم کرے ، نیز یہ کہ اہم کتابیں شائع کرنے اور قرآن کریم کی نشر و اشاعت میں مدد دے ۔

چنانچہ قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم ، اسلامیات کو میٹرک پھر بی ۔ اے تک لازمی قرار دینے اور مراکز قومیة (نیشنل سنٹرز) میں عربی بول چال کی تدریس وغیرہ کے اقدامات وقتاً فوقتاً کیے گئے ، مگر اس حوصلہ افزائی کے باوجود عربی زبان کو نظام تعلیم میں کوئی اساسی مقام نہ ملا ۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ علمی ، دینی ، جغرافیائی ، ثقافتی ، قومی اور عالمی حوالوں سے عربی کی اہمیت نیز شرق اوسط و افریقہ کے مسلم عرب ممالک سے رابطہ و وابستگی کا احساس بتدریج زیادہ ہونے لگا اور عربی زبان کو مختلف سطحوں پر لازمی قرار دینے نیز قومی سطح پر دینی و ثقافتی حوالوں سے اہم مقام دینے کی سوچ آگے بڑھنے لگی ۔

پاکستان کے جدید نظام تعلیم میں اردو، انگریزی اور مقامی ذریعہ تعلیم کی بحث سے قطع نظر سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں عربی زبان کی مجموعی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے اسے درج ذیل مدارج میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔

اللغة العربية فی التعلیم الابتدائی

پاکستان میں ابتدائی تعلیم پانچ جماعتوں پر مشتمل ہے ۔ اس پنج سالہ پرائمری تعلیم میں عربی زبان لازمی یا اختیاری کسی بھی حوالے سے موجود نہیں ۔ گزشتہ چالیس برس کے عرصہ میں وقتاً فوقتاً قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم کے حوالے سے بعض

۱۔ الدکتور احسان حقی : پاکستان ماضیها و حاضرها ، ص ۳۶۵

ابتدائی جماعتوں میں بھی تعلیم القرآن کا جزوی انتظام کیا جاتا رہا ہے مگر یہ سلسلہ بھی غیر مربوط اور غیر منظم ہے - بطور مجموعی وزارت تعلیم کے بعض حوصلہ افزا اقدامات کے باوجود گزشتہ چالیس برس میں عربی زبان کو قرآن مجید کے حوالے سے یا براہ راست بطور زبان کسی مقام کا مستحق نہیں سمجھا گیا اور ایک پرائمری پاس پاکستانی مسلمان طالبعلم نہ تو عربی زبان کے مبادیات سے واقف ہوتا ہے اور نہ وہ قرآن مجید کی عبارت کی صحیح قراءت اور اس کے الفاظ کے سادہ مفہوم کو بلا ترجمہ سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے - ماضی قریب میں مختلف ماہرین تعلیم نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ پرائمری کی پانچ جماعتوں میں قرآن اور لسان القرآن پر مشتمل ایک آسان اور مشترک ابتدائی نصاب رائج کر دیا جائے جو بعد ازاں ثانوی تعلیم میں عربی دانی اور قرآن فہمی کی مشترک اساس بن سکے - عالم اسلام میں عربی کی روز افزوں دینی و مجموعی اہمیت کے پیش نظر اس بات کا امکان موجود ہے کہ مستقبل قریب میں وزارت تعلیم کی جانب سے اس قسم کا نصاب نافذ کر دیا جائے یا الگ سے عربی زبان کی تعلیم اول جماعت سے لازم قرار دے دی جائے - واللہ الموفق -

اللغة العربية في التعليم الثانوي

پاکستان میں ثانوی تعلیم چھٹی سے دسویں جماعت تک پانچ سالوں پر مشتمل ہے اور بعد ازاں ثانویہ علیا (ہائر سیکنڈری یا انٹرمیڈیٹ) کی دو سالہ تعلیم ہے - ان تمام جماعتوں میں قیام پاکستان سے پہلے اور بعد عربی کو لازمی مضمون کی حیثیت نہیں دی گئی - تاہم چھٹی، ساتویں، آٹھویں یعنی صفوف وسطیٰ (مڈل کلاسز) میں عربی کو فارسی وغیرہ کے ہمراہ طویل عرصہ تک اختیاری مضمون کی حیثیت حاصل رہی ہے - نیز میٹرک اور ایف - اے میں آداب (آرٹس) کے طلبہ کے لیے دیگر بہت سے مضامین کی طرح عربی کو بھی اختیاری مضمون کی حیثیت اب تک حاصل ہے -

ثانوی تعلیم کے سات سالوں میں عربی زبان کو وسیع پیمانے پر فروغ دینے کے لیے پاکستان کی مرکزی وزارت تعلیم نے ۱۹۸۲ء میں وہ فیصلہ کن قدم اٹھایا جو ۱۸۳۵ء میں لارڈ میکالے کے تجویز کردہ نظام تعلیم کے نفاذ کے بعد شبہ القارۃ پاک و ہند کی مسلم تاریخ میں بالعموم اور جمہوریۃ پاکستان الاسلامیۃ کی چالیس سالہ تاریخ میں بالخصوص ایک منفرد اور قابل تعریف لسانی اقدام قرار دیا جا سکتا ہے - دکتور محمود عبداللہ اس فیصلہ کی تفصیل درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"صدر القرار الرئاسي القاضي بجعل اللغة العربية مادة اساسية في جميع مدارس

الباکستان ابتداء من الصف السادس الی الصف الثانی عشر و ینفذ هذا القرار
من ابریل ۱۹۸۲ء م"۔[۱]

ترجمہ: وہ صدارتی حکم جاری ہوا جس کی رو سے عربی زبان پاکستان کے تمام
سکولوں میں چھٹی سے بارھویں جماعت تک لازمی مضمون قرار دے دی گئی
اس فیصلہ کا نفاذ اپریل ۱۹۸۲ء سے ہوگا۔

اس اقدام کے نتیجے میں عربی کو پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ چھٹی سے بارھویں جماعت تک تمام مراحل تعلیم میں لازمی مضمون کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اور اس کے بعد مرکزی وزارت تعلیم کی جانب سے چھٹی سے دسویں تک فی الفور عربی کی درجہ بدرجہ لازمی تعلیم اور بعد ازاں اس سلسلہ کو ثانویہ عالیا (انٹرمیڈیٹ) تک پڑھانے کا باقاعدہ اعلان بھی کر دیا گیا۔ ۱۹۸۲ء میں شروع ہونے والے تعلیمی سال سے لازمی عربی کی تدریس کا سلسلہ اسلام آباد سے شروع ہوا اور پھر بتدریج ملک بھر کے سرکاری مدارس ثانویہ میں عربی چھٹی، ساتویں، آٹھویں جماعت میں لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جانے لگی۔ تاہم آٹھویں کے بعد یہ سلسلہ عملاً ابتدائی ہی سے منقطع ہے۔ نویں، دسویں جماعت میں عربی کی لازمی تدریس کے لیے نہ تو کتب شائع کروائی گئیں اور نہ اساتذہ کے حوالے سے کوئی خصوصی اہتمام کیا گیا اور ظاہر ہے گیارھویں، بارھویں جماعت کا نمبر تو اس کے بعد ہی آ سکتا تھا اس صورت حال کی وجوہات خواہ کچھ بھی ہوں، تمام تر رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود اس بات کا پورا پورا امکان موجود ہے کہ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ میں عربی کو حسب فیصلہ غیرسرکاری اسکولوں سمیت ہر جگہ بالآخر لازمی مضمون کی حیثیت حاصل ہو جائے گی کیونکہ دینی، جغرافیائی، ثقافتی، قومی، لسانی، عالمی اور دیگر حوالوں سے عربی زبان پاکستان کے لیے ماضی کی نسبت بدرجہا زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہے اور جتنا جلد اس پر عمل کیا جائے اتنا ہی ہماری مختلف النوع ضروریات کے حوالے سے بہتر اور مفید ہوگا۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جنوبی ایشیا میں مالدیپ سے افریقہ میں سینیگال تک اکثر مسلم ممالک میں عربی کی لازمی تدریس کے سلسلے میں مختلف اقدامات کیے جا چکے ہیں اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے[۲]۔

۱۔ الدکتور محمود عبداللہ: اللغة العربية فی باکستان، ص ۱۳۶

۲۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مقالہ ''عصر جدید میں عربی زبان'' مطبوعہ ''مجلہ تحقیق'' عدد مسلسل ۲۱، ۲۲، ۱۹۸۵ء، کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، جامعہ پنجاب لاہور۔

اللغة العربية فی التعلیم الجامعی - مرحلة اللیسانس (بی - اے)

بحیثیت اختیاری مضمون

ڈگری کی سطح پر آداب (آرٹس) کے طلبہ کے لیے قیام پاکستان سے پہلے اور بعد عربی اختیاری مضمون کی حیثیت سے دیگر لاتعداد مضامین کے ہمراہ موجود چلی آ رہی ہے - علاوہ ازیں اضافی (آپشنل) مضمون کی حیثیت سے بھی عربی دیگر بہت سے مضامین کے ہمراہ موجود ہے -

عربی بحیثیت لازمی مضمون

چند سال پہلے جامعة آزاد جموں وکشمیر کی جانب سے ڈگری کی سطح پر علوم و آداب (سائنس اور آرٹس) ہر قسم کے طلبہ کے لیےعربی زبان کو لازمی مضمون قرار دے دیا گیا ہے - اس طرح اب آزاد کشمیر کے تعلیمی اداروں میں عربی زبان چھٹی جاعت سے بی - اے تک مختلف سطحوں پر لازمی ہے - ڈگری میں عربی کو لازمی مضمون قرار دینا پاکستان بھر کی جامعات اور ان کی مجالس تعلیمیہ (اکیڈیمک کونسلز) کے لیے ایک قابل توجہ اور قابل تقلید مثال ہے - کیونکہ عربی کی دینی و عالمی اہمیت کے علاوہ عرب و مسلم دنیا سے ان جامعات کے بڑھتے ہوئے تعلیمی، تحقیقی اور ثقافتی روابط نیز اردو میں سائنسی و علمی اصطلاح سازی کا عمل جامعی سطح پر سہل اور جدید اسلوب پر مبنی عربی کی لازمی تدریس کے متقاضی ہیں -

عربی کی لازمی تعلیم کی ایک انتہائی اہم مثال نومبر ١٩٨٠ء میں قائم شدہ الجامعة الاسلامیة العالمیة، اسلام آباد (انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی) کی ہے جہاں ڈگری کی سطح پر قانون، اقتصاد، دعوة و اصول الدین سمیت ہر کلیة (فیکلٹی) میں عربی زبان لازمی مضمون ہے اور انگریزی کے ہمراہ ذریعہ تعلیم بھی ہے - عربی کی تدریس کا معیار اعلی اور منفرد ہے - عربی کی تدریس کے سلسلے میں اس جامعہ کی مثال بھی تمام جامعات کے لیے قابل توجہ و تقلید ہے -

اس طرح عربی پاکستان کے نظام تعلیم میں بطور مجموعی اب ڈگری کی سطح پر اختیاری اور لازمی دونوں صورتوں میں موجود ہے اور یہ بات خارج از امکان نہیں کہ اسے ملک بھر میں ڈگری کی سطح پر تمام جامعات میں لازمی مضمون کی حیثیت دے دی جائے -

مرحلة الماجستیر (ایم - اے)

عربی بحیثیت لازمی مضمون_____ الجامعة الاسلامیة العالمیة اسلام آباد

کا لیسانس (بی - اے) ایف - اے کے بعد چار سالہ ہے اور اس میں عربی لازمی ہونے کے ساتھ ساتھ لغۃ التدریس بھی ہے - نیز ایم - اے کی سطح پر بھی عربی کو تمام کلیات میں اساسی اہمیت حاصل ہے - اس طرح ایم - اے کی سطح پر پاکستان میں یہ واحد جامعہ ہے جس میں عربی چودہ سالہ تعلیم کے بعد بھی اعلیٰ تعلیم کے ہر شعبہ میں لازمی ہے اور یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوا ہے -

عربی بحیثیت اختیاری مضمون (ایم - اے)

قیام پاکستان کے بعد شعبہ عربی کلیۃ شرقیۃ جامعہ پنجاب ملک بھر میں واحد شعبہ عربی تھا - اس شعبہ میں سو سال پہلے ۱۸۸۸ء میں ایم - اے عربی کی کلاسوں کا اجرا کیا گیا تھا، اس طرح گذشتہ ایک صدی میں شعبہ عربی جامعہ پنجاب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ نہ صرف جامعہ پنجاب بلکہ پاکستان بھر کی جامعات میں قائم شدہ تمام شعبہ جات میں بشمول شعبہ ہائے عربی اولین اور قدیم ترین ہے - اس طرح خطہ پاکستان کی جامعی تعلیم کی ابتداء عربی زبان سے ہوئی اور حسن اتفاق سے عربی زبان کا پاکستان سے اس حوالے سے بھی بڑا منفرد اور اساسی تعلق قرار پاتا ہے - اس شعبہ سے گزشتہ سو سال میں ہزاروں افراد ایم - اے عربی کی ڈگری لے کر نکلے ہیں اور فاضل عربی وغیرہ کی کلاسیں ۱۸۸۸ء سے بھی چند سال پہلے یہاں شروع ہو چکی تھیں - اس شعبہ سے پی - ایچ - ڈی کی ڈگری حاصل کرنے والے پاکستانی اور غیرملکی طلبہ کی تعداد بھی کثیر اور روز افزوں ہے -

جامعہ پنجاب کے علاوہ قیام پاکستان کے بعد ملک کے مختلف مقامات پر یکے بعد دیگرے قائم ہونے والی جامعات میں شعبہ ہائے عربی قائم کیے گئے ہیں - مثلاً جامعہ کراچی، جامعہ سندھ - جام شورو، جامعہ پشاور، جامعہ اسلامیہ بہاولپور، جامعہ بہاء الدین زکریا ملتان، جامعہ بلوچستان کوئٹہ اور جامعہ گومل ڈیرہ اسماعیل خان وغیرہ میں فی الحال شعبہ اسلامیات قائم کیے گئے ہیں اور توقع کی جاتی ہے کہ بالآخر شعبہ عربی بھی ان جامعات میں قائم ہو جائیں گے - ان تمام جامعات سے طلبہ کی کثیر تعداد ہر سال فارغ التحصیل ہوتی ہے اور ملک بھر میں عربی زبان کی تدریس و ترویج میں اہم کردار ادا کرتی ہے -

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں قائم شدہ تین مختلف النوع مگر انتہائی اہم جامعات میں سے ہر ایک میں شعبہ عربی بڑے منفرد انداز میں قائم ہے اور ان میں سے ہر شعبہ عربی زبان کی ترویج و اشاعت میں انتہائی اہم اور مؤثر کردار ادا کر رہا ہے -

جامعة قائد اعظم، جامعة العلامہ اقبال المفتوحة اور الجامعة الاسلامية العالمية ، اسلام آباد سے وابستہ ان تینوں شعبوں کا مختصر اور خصوصی تذکرہ بالترتیب درج ذیل ہے ۔

قسم اللغة العربية بالمعهد القومي للغات الحديثة ، اسلام آباد

(شعبہ عربی ، نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ماڈرن لینگویجز ، اسلام آباد)

یہ معہد جولائی ۱۹۷۰ء[۱] میں جدید اور زندہ زبانوں کی جدید طریق تدریس کے ذریعے تعلیم دینے کی خاطر قائم کیا گیا اور خود مختار ہونے کے ساتھ ساتھ جامعہ قائد اعظم سے منسلک ہے ۔ اس کی اسناد اسی جامعہ کی جانب سے جاری کی جاتی ہیں ۔ اس ادارے میں ایک مکمل شعبہ عربی بھی قائم ہے جس میں ایم ۔ اے کے علاوہ ڈپلوما کورسز بھی ہوتے ہیں ۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والا ہر فرد ایم ۔ اے عربی کے بعد عربی تحریر و تکلم پر قادر ہوتا ہے ۔ اس شعبہ کا اسلوب و نصاب تدریس عربی زبان سکھانے کے سلسلے میں انتہائی مؤثر اور قابل استفادہ ہے ۔

قسم اللغة العربية بجامعة العلامة اقبال المفتوحة ، اسلام آباد

(شعبہ عربی ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ، اسلام آباد)

یہ جامعہ ۱۹۷۴ء میں ''جامعة الشعب المفتوحة'' (پیپلز اوپن یونیورسٹی) کے نام سے قائم کی گئی اور ۱۹۷۷ء میں اس کا نام بدل کر ''جامعة العلامة اقبال المفتوحة'' (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) رکھ دیا گیا[۲]۔ اس جامعہ کا بنیادی مقصد مراسلت اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوامی سطح پر ملک بھر میں تعلیم کو عام کرنا ہے اور اس کے قیام کی ابتداء ہی سے اس میں شعبہ عربی اور عربی زبان کی تدریس کو بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے ۔ اس جامعہ میں تدریسی مراحل تین اقسام پر مشتمل ہیں ۔

(الف) فصول مفتوحة (اوپن کلاسز) بذریعہ مراسلات ، ریڈیو اور ٹیلی ویژن ۔

(ب) فصول منظمة (باقاعدہ کلاسز) جن میں عرب و پاکستانی اساتذہ و طلبہ بلاواسطہ آمنے سامنے موجود ہوتے ہیں ۔

(ج) تدریب المعلمین (ٹیچرز ٹریننگ)[۳]

۱۔ راجع الدکتور محمود عبداللہ : اللغة العربية فی باکستان ص ، ۱۲۵

۲۔ أیضاً ، ص ۱۳۶

۳۔ أیضاً

۱۹۷۵ء سے ''المنظمة العربية للتربية و الثقافة والعلوم'' (A.L.E.S.C.O) نے اس جامعہ کے ساتھ قریبی تعاون کی ضرورت کو محسوس کیا اور اس سلسلے میں اقدامات شروع کیے بعد ازاں ۱۹۸۲ء میں عربی زبان کو چھٹی سے بارھویں جماعت تک لازمی قرار دینے کا صدارتی حکم جاری ہوا تو اس تعاون میں مزید پیش رفت ہوئی اور اسکولوں کے اساتذہ کی تربیت کے لیے وسیع پیمانے پر پروگرام مرتب کیا گیا جس پر کئی سال عمل کے نتیجے میں کثیر تعداد میں اساتذہ نے تربیت حاصل۔ اس طرح یہ جامعہ عربی زبان کی ذرائع ابلاغ کے ذریعے نیز براہ راست ترویج و اشاعت اور اساتذہ کی تربیت کے سلسلے میں بڑا اہم اور وسیع تر کردار ادا کر رہی ہے۔

قسم اللغة العربية بالجامعة الاسلامية العالمية ، اسلام آباد

(شعبہ عربی ، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ، اسلام آباد)

الجامعة الاسلامية العالمية ، اسلام آباد نومبر ۱۹۸۰ء[1] میں جامعة الملک عبدالعزیز جدہ کے تعاون سے اعلی سطح پر عربی ، اسلامی اور دیگر علوم کی ترویج کے لیے قائم کی گئی جس میں عرب اساتذہ کی کثیر تعداد بھی موجود ہے اس کے شعبہ عربی میں عربی زبان و ادب کی تدریس عربی ذریعہ تدریس کے توسط سے مستحکم اور جامع بنیادوں پر کی جا رہی ہے یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ عربی زبان میں تحریر و تکلم ، فہم و قراءة وغیرہ پر عمدہ قدرت رکھنے کے ساتھ ساتھ مختلف علوم و آداب عربیہ سے بھی کافی واقفیت رکھتے ہیں اور یہ شعبہ عالم عربی کی جامعات کے شعبہ ہائے عربی سے بہت حد تک مشابہت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے اسے ملک بھر کے شعبوں میں بڑی انفرادیت حاصل ہے اور مستقبل میں اس شعبے سے پاکستان میں عربی زبان و علوم کی تدریس و ترویج کے سلسلے میں بڑی توقعات وابستہ ہیں۔

اللغة العربية كلغة التدريس

پاکستان میں عربی زبان ہزاروں مدارس عربية اسلامية میں درس و تدریس کا بنیادی ذریعہ ہے۔ ابتدائی تعلیم سے «شهادة العالمية» یا ایم۔اے کی سطح تک ان تعلیمی اداروں میں کسی نہ کسی شکل میں عربی یا عربی اردو مخلوط ذریعہ تعلیم رائج ہے اور یہی صورت حال امتحانات کی بھی ہے۔ تاہم مغربی نظام تعلیم پر

۱۔ الدکتور محمود عبداللہ : اللغة العربية فی باکستان ، ص ۱۱۳

مبنی تعلیمی اداروں میں عربی زبان کو ذریعہ تعلیم و امتحان کی حیثیت صرف محدود سطح پر حاصل ہے مثلاً عربی و اسلامیات کے مضامین کے لیے بی-اے ، ایم - اے اور پی ایچ-ڈی وغیرہ کی سطح پر عربی کو ذریعہ اظہار و امتحان بنانے کی مختلف جامعات میں اجازت ہے - نیز استثنائی حالات میں بعض دیگر مضامین کے لیے بھی اس کی اجازت مل سکتی ہے، تاہم لغۃ التدریس یا ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے عربی زبان کو پاکستان میں فیصلہ کن اور وسیع تر حیثیت نومبر ۱۹۸۰ء میں الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ، اسلام آباد کے قیام کے بعد حاصل ہوئی ہے جہاں عربی زبان قانون ، اقتصاد ، دعوۃ و اصول الدین وغیرہ تمام کلیات (فیکلٹیز) اور شعبہ جات میں لازمی مضمون اور انگریزی کے ہمراہ ہر سطح پر ذریعہ تعلیم بھی ہے - چنانچہ بطور مجموعی یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مدارس دینیہ اور سرکاری تعلیمی اداروں کلیات و جامعات کے حوالے سے عربی بطور «لغۃ التدریس» متفرق صورتوں میں عرصہ سے موجود ہے اور عربی کی روز افزوں دینی ، عالمی اور جغرافیائی اہمیت نیز عرب و مسلم ممالک سے گہرے تعلیمی و ثقافتی تعلقات کے پیش نظر اس بات کا امکان موجود ہے کہ اردو کے ساتھ ساتھ عربی کو بھی ابتدائی ، ثانوی اور جامعی تعلیم کے تمام مدارج میں ذریعہ تعلیم و امتحانات بنانے کی اجازت دیدی جائے اور اسلام آباد کی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے قیام سے اس کی اعلی و مؤثر ابتداء ہو چکی ہے -

عربی زبان کی متفرق تعلیم و اشاعت

عربی زبان کی ابتدائی ثانوی اور جامعی تعلیم میں بحیثیت مضمون و ذریعہ تعلیم حیثیت و اہمیت کی تفصیلی بحث کے بعد مختصراً ان کوششوں کا تذکرہ بھی غیرمتعلق نہ ہوگا جو پاکستان میں عربی کی تدریس و اشاعت کے سلسلے میں متفرق سطحوں پر کی جا رہی ہیں - مثلاً :

۱- کراچی میں ۱۹۷۳ء سے قائم شدہ «جمعیۃ نشر اللغۃ العربیۃ»[۱] کی عوامی سطح پر عربی سکھانے کی وسیع مساعی -

۲- المرکز الباکستانی (پاکستان سنٹر) کے نام سے مختلف شہروں میں قائم مراکز میں برسوں پہلے شروع ہونے والے مسلسل و غیر مسلسل عربی بول چال کے کورسز -

۳- جامعہ پنجاب، جامعہ اسلامیہ بہاولپور، جامعۃ الھندسۃ لاہور ، جامعۃ الزراعۃ فیصل آباد اور دیگر جامعات و تعلیمی اداروں کے عربی بول چال کے سرٹیفکیٹ اور ڈپلومہ کورسز - نیز مجمع الجیش الباکستانی (پاکستان ملٹری اکیڈمی) کاکول میں عربی کی تدریس -

---

۱- راجع محمود عبداللہ المصری : اللغۃ العربیۃ فی باکستان ، ص ۱۹۰

۴- جامعة العلامة اقبال المفتوحة کے تعاون سے جمعہ کے روز پاکستان ٹیلی ویژن کا برنامج «لغة الاسلام» نیز ریڈیو اور ٹی وی پر عربی خبریں (الانباء) -

۵- پہلی سے بی - اے تک لازمی اسلامیات نیز مختلف سطحوں پر اختیاری اسلامیات میں قرآن و حدیث کے حوالے سے متفرق آیات و اقوال نیز ایم-اے اسلامیات کے نصابات میں عربی کا ایک لازمی یا اختیاری پرچہ وغیرہ -

۶- انفرادی سطح پر عربی اور قرآنی تعلیم کے فروغ کی ملک بھر میں متفرق کوششیں -

۷- عرب ممالک میں مقیم لاکھوں پاکستانی بھی عربی سے کافی حد تک واقفیت حاصل کرتے ہیں - نیز عرب ممالک کی جانب سے دستاویزات کے عربی ترجمہ کی پابندی اور تجارتی عربی عبارات کی اہمیت نے بھی عربی کے فروغ میں اپنا کردار ادا کیا ہے -

ان متفرق کوششوں کے بھی عربی زبان کے فروغ کے سلسلے میں متفرق اور مثبت نتائج نکل رہے ہیں اور بطور مجموعی یہ متفرق مساعی بھی عربی زبان و علوم کے فروغ کے سلسلے میں قابل قدر ہیں -

خلاصة البحث

گزشتہ چالیس برس میں پاکستانی نظام تعلیم میں عربی زبان کی حیثیت کے سلسلے میں تمام تر بحث و تحقیق کا خلاصہ و نتیجہ یہ ہے کہ عربی زبان و علوم کو مدارس دینیہ کے علاوہ جدید نظام تعلیم میں کوئی بنیادی اور اہم مقام اب تک حاصل نہیں ہو پایا - تاہم قیام پاکستان کے بعد بالعموم اور ۱۹۷۱ء میں مشرقی حصہ کی علیحدگی اور اردو بنگلہ کشمکش کے خاتمہ کے بعد بالخصوص عربی زبان و علوم کی ترویج و اشاعت کے لیے بتدریج مؤثر اور وسیع تر کوششیں ہوئی ہیں اور یہ سلسلہ ارتقاء پذیر ہے - عربی زبان اس عرصہ کے دوران میں ثانوی اور جامعی سطح پر مختلف مراحل تعلیم میں لازمی مضمون کی حیثیت حاصل کر چکی ہے اور اختیاری مضمون کی حیثیت سے بھی اسے ان تمام مراحل میں روز بروز زیادہ اہمیت حاصل ہو رہی ہے - ابتدائی تعلیم میں عربی کی صورت حال نسبتاً زیادہ تشویشناک ہے تاہم بطور مجموعی اس بات کا واضح امکان ہے کہ مستقبل قریب میں عربی کو پہلی جماعت سے بی - اے تک تمام مراحل تعلیم میں لازمی تعلیمی مضمون کی حیثیت حاصل ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ساتھ ابتدائی، ثانوی اور جامعی سطح پر تمام مراحل تعلیم میں اردو کی طرح اسے ذریعہ تعلیم بنانے کی بھی اجازت دیدی جائے گی جبکہ جزوی اور متفرق صورتوں میں یہ اجازت اب بھی موجود ہے - اس طرح پاکستان میں مستقبل میں پہلی جماعت سے بی - اے تک عربی زبان کی لازمی تدریس اور ہر سطح پر بطور ذریعہ تعلیم اجازت و

حوصلہ افزائی ناگریز دکھائی دیتی ہے ، بلکہ بائیس آزاد عرب ممالک سمیت «منظمۃ المؤتمر الاسلامی» کے رکن موجودہ چھیالیس ممالک نیز بقیہ چند مسلم ممالک میں بھی عربی ہر سطح پر لازمی تعلیمی مضمون اور عالم اسلام کے مشترکہ ذریعہ تعلیم کی حیثیت بتدریج اختیار کررہی ہے اور اس سلسلے میں منظمۃ المؤتمر الاسلامی (اسلامک کانفرنس) کے علاوہ جامعۃ الدول العربیۃ (عرب لیگ) بھی اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ نیز مختلف سطحوں پر «رابطۃ العالم الاسلامی» اور دیگر عربی، اسلامی، افریقی اور عالمی تنظیمیں اپنا اپنا کردار مؤثر انداز میں ادا کر رہی ہیں ۔ ان مساعی کے نتیجے میں عالم اسلامی و اجنبی میں عربی زبان کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے اور وہ بائیس آزاد عرب مسلم ممالک کی سرکاری و قومی زبان نیز ذریعہ تعلیم و لازمی مضمون ہونے کے علاوہ دیگر مسلم ممالک میں بھی تعلیمی، قومی اور سرکاری سطح پر مسلسل فروغ پذیر ہے جیسا کہ ملائیشیا ، برونائی ، مالدیپ ، پاکستان ، افغانستان ، ایران ، سینیگال اور افریقہ کے دیگر مسلم ممالک کی صورت حال ہے ۔ جامعۃ الدول العربیۃ (عرب لیگ) ، منظمۃ المؤتمر الاسلامی (اسلامک کانفرنس) ، پچاس ممالک پر مشتمل منظمۃ الوحدۃ الافریقیۃ (افریقی اتحاد کی تنظیم) اور ھیئۃ الأمم المتحدۃ (اقوام متحدہ) سمیت اکثر اہم علاقائی و عالمی اداروں اور تنظیموں میں عربی کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے اور اس بات کا بھی امکان موجود ہے کہ لازمی تعلیمی مضمون اور مشترکہ ذریعہ تعلیم کے علاوہ عربی پچاس سے زائد مسلم ممالک میں قرآن و حدیث ، علوم اسلامیہ اور امت مسلمہ کی دائمی و مشترک زبان کی حیثیت سے سرکاری و قومی زبانوں میں شامل کر لی جائے۔ ان ممالک میں سے نصف کے قریب عرب مسلم ممالک میں پہلے ہی قومی اور مقامی لہجات کے اختلاف کے علی الرغم قرآن و حدیث پر مبنی «اللغۃ العربیۃ الفصحیٰ» کو مشترکہ سرکاری و قومی زبان کے طور پر اپنایا جا چکا ہے ۔ نیز عربی رسم الخط کو ہر مسلم ملک میں سرکاری و قومی خطوں میں شامل کیے جانے کا امکان بھی واضح ہے جبکہ ۲۲ عرب ممالک ، پاکستان ، افغانستان اور ایران سمیت اکثر مسلم ممالک میں اسے پہلے ہی سرکاری و قومی خط کی حیثیت حاصل ہے ۔

گزشتہ چالس برس میں پاکستانی نظام تعلیم میں عربی زبان کے ارتقاء کی تفصیلی بحث و تحقیق کے بعد آخر میں مارچ ۱۹۸۸ء کے مختلف ایام میں ہونے والی مختلف عربی کانفرنسوں کا مختصر تذکرہ بھی ضروری ہے تاکہ پاکستان میں عربی زبان کی آئندہ حیثیت کے سلسلے میں اہل فکر و دانش کی آراء و رحجانات کا مختصراً اندازہ کیا جا سکے۔

۱۔ مؤتمر اللغة العربية العالمی، کراتشی

یہ عالمی عربی کانفرنس ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۸۸ء کو "جمعیة نشر اللغة العربیة" کراچی نے کراچی میں منعقد کی جس میں مختلف مسلم ممالک کے مندوبین نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ اس عظیم الشان کانفرنس میں جو قراردادیں منظور کی گئیں ان میں ہر مسلم ملک میں عربی زبان کو ثانوی تعلیم کی تمام جماعتوں میں لازمی تعلیمی مضمون کی حیثیت دینے کی قرار داد بھی منظور کی گئی۔ واضح رہے کہ اس مؤتمر میں برونائی، ملائشیا، بنگلہ دیش، ایران اور دیگر غیر عرب مسلم ممالک کے نمائندے بھی شامل تھے۔ عربی کو ہر مسلم ملک میں "لسان ثانی" کی حیثیت دینے کی قرارداد چند سال قبل "المجلس الاسلامی الاوروبی" (اسلامک کونسل آف یورپ) نے اپنی ایک کانفرنس میں منظور کی تھی۔

۲۔ المؤتمر الدولی لتطویر تعلیم اللغة العربیة فی پاکستان، اسلام آباد

یہ عالمی کانفرنس ۲۷، ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۸۸ء کو "جامعة العلامة اقبال المفتوحة" کے زیر اہتمام اسلام آباد میں منعقد ہوئی جس میں عالم اسلامی کے مندوبین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اس کانفرنس کا موضوع پاکستان میں عربی زبان کی تعلیم کو فروغ دینا اور بہتر بنانا تھا۔ اس کانفرنس میں بھی عربی زبان کی ترویج کے سلسلے میں کئی قراردادیں منظور کی گئیں۔

۳۔ عربی بحیثیت قومی زبان سیمینار، لاہور

۲۸ مارچ ۱۹۸۸ء کو لاہور میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی "تنظیم اسلامی" کے زیر اہتمام سہ روزہ محاضرات قرآنی کے آخری روز "عربی بحیثیت قومی زبان" کے موضوع پر تفصیلی مذاکرہ ہوا جس میں سندھ سمیت مختلف مقامات سے آئے ہوئے مقررین نے عربی کو پاکستان کی قومی زبان قرار دینے کی حمایت میں انتہائی محکم اور مؤثر دلائل دیے اور عربی کو پاکستان کی قومی زبان قرار دینے کا مطالبہ کیا۔

۴۔ ندوة اللغة العربیة القومیة بجامعة بنجاب، لاہور

۳۱ مارچ ۱۹۸۸ء کو شعبہ عربی جامعہ پنجاب لاہور کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں ایک قومی عربی سیمینار ہوا جس کے مہمان خصوصی پاکستان میں کویت کے سفیر السید قاسم عمر یاقوت تھے۔ اس میں سفیر محترم کے علاوہ رئیس جامعہ پنجاب لاہور ڈاکٹر رفیق احمد، رئیس جامعہ اسلامیہ بہاولپور ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک، رئیس وفاقی شرعی عدالت جناب جسٹس گل محمد، سابق عمید

(پرنسپل) گورنمنٹ کالج لاہور پروفیسر اشفاق علی خان ، عمید کلیۃ شرقیۃ و رئیس کلیۃ علوم اسلامیۃ و شرقیۃ ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ اور معروف مصری دانشور ڈاکٹر محمود فہمی حجازی کے خصوصی خطابات تھے ۔

اس سیمینار میں پاکستان کی مختلف جامعات کے شعبہ ہائے عربی کے رئیس، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (جامعہ پنجاب)، ڈاکٹر میرولی خان (معھد اللغات الحدیثۃ اسلام آباد)، ڈاکٹر فضل معبود (جامعہ پشاور)، ڈاکٹر الٰہی بخش جار اللہ (جامعہ اسلامیہ بہاولپور)، ڈاکٹر مدد علی قادری (جامعہ سندھ جامشورو) ، ڈاکٹر جمیل احمد (جامعہ کراچی) ، نیز عربی کے اساتذہ و طلبہ بہت بڑی تعداد میں شریک ہوئے اور ان اہل علم نے مختلف اہم مقالات پیش کیے ۔ اس ایک روزہ قومی سیمینار میں عربی زبان کے سلسلے میں بعض اہم قراردادیں بھی منظور کی گئیں ۔

قرارداد (۱)

شعبہ عربی جامعہ پنجاب لاہور کے زیر اہتمام یہ قومی عربی سیمینار چھیالیس ممالک پر مشتمل ''منظمۃ المؤتمر الاسلامی'' (اسلامک کانفرنس) کے رکن ممالک کی اکثریت کی جانب سے عربی کو سرکاری و قومی زبان اور لازمی تعلیمی مضمون قرار دینے کے مختلف اقدامات پر اظہار مسرت کرتا اور اس پر انہیں مبارکباد دیتا ہے ۔ نیز تمام مسلم ممالک میں عربی زبان کے فروغ کے لیے یکساں اقدامات کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے سفارش کرتا ہے کہ عربی زبان کو قرآن و حدیث ، علوم اسلامیہ اور امت مسلمہ کی ہر زمان و مکان میں دائمی و مشترک زبان ہونے کی بناء پر ہر مسلم ملک میں سرکاری ، قومی اور تدریسی زبانوں میں شامل کیا جائے اور ابتدائی ، ثانوی اور جامعی تعلیم میں لازمی مضمون کی حیثیت دی جائے ۔ نیز مسلم اقلیت کے تمام ممالک میں مسلم طلبہ کے لیے ابتدائی و ثانوی تعلیم میں عربی زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت دلوانے کے لیے ان کی حکومتوں کے توسط سے مؤثر کوششیں کی جائیں اور ان امور کے سلسلے میں اسلامک کانفرنس کے سربراہی اجلاس میں فیصلہ کن قرارداد منظور کی جائے ۔

قرار داد (۲)

عربی چونکہ قرآن و حدیث ، علوم اسلامیہ اور امت مسلمہ کی ہر زمان و مکان میں دائمی و مشترک زبان ہے ، نیز پاکستان کی تمام زبانوں اور بولیوں کا نہ صرف رسم الخط عربی ہے بلکہ الفاظ و اصطلاحات کا وسیع ذخیرہ بھی عربی سے مأخوذ ہے ، لہٰذا عربی کو اردو کے ساتھ ساتھ پاکستان کی سرکاری ، قومی اور

تدریسی زبان قرار دیا جائے۔ نیز پہلی جماعت سے بی۔ اے تک لازمی مضمون کی حیثیت دی جائے۔

پاکستان اور دیگر ممالک میں اس قسم کی کانفرنسوں اور سیمیناروں کی تفصیلات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان سمیت ہر مسلم ملک میں عربی کو سرکاری و قومی زبانوں میں شامل کرنے، نیز ابتدائی، ثانوی اور جامعی تعلیم میں لازمی مضمون قرار دینے کی تحریک عالم اسلام کی سطح پر واضح اور فیصلہ کن شکل اختیار کر چکی ہے اور مجموعی لحاظ سے پورے عالم اسلامی میں عربی زبان و خط کا مستقبل روشن تر اور یقینی ہے۔